مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی

مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز
مرادی روڈ بٹلا ہاؤس نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز

مرادی روڈ، بٹلا ہاؤس، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

آئی-او ایس سلسلہ مطبوعات ۸

ملنے کا پتہ

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، بیج بلڈنگ نظام الدین ویسٹ نئی دہلی ۱۳

کاتب ☆☆☆☆☆ محمد الیاس مظفر پوری

قیمت ☆☆☆☆☆ پانچ روپے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں (مختلف) قبائل اور خاندانوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ تعالیٰ (ہر ایک کو) خوب جاننے والا پورا باخبر ہے" ——————— (الحجرات: ۱۳)

يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط، ولا يجرمنكم شنآن قوم على أن لا تعدلوا، إعدلوا هو أقرب للتقوى، واتقوا الله، إن الله خبير بما تعملون

(المائدة : ۸)

" اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو!

(اگر تمھیں اپنے اسلام وایمان کا کچھ لحاظ پاس ہے تو) تم اللہ کے لئے حق وانصاف کی شہادت دینے کی خاطر پوری طرح کمربستہ رہا کرو۔

اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس حد تک نہ پہنچا دے کہ تمھارے ہاتھ سے عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جائے۔

عدل اختیار کرو، یہی (بات) تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے"۔

”اے لوگو!

یاد رکھو! تمھارا رب ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہی ہے۔

یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے سوائے پرہیزگاری کے۔

(بتاؤ!) میں نے (حق کا پیغام) پہنچا دیا؟؟

جو حاضر ہے وہ غائب لوگوں تک میرا پیغام پہنچا دے!“

(مسند أحمد ۵:۴۱۱)

این جہاں ہم چوں درخت ست اے کرام ۞ برو چوں میوہ ہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را ۞ زانکہ در خامی نشاید کاخ را

چونکہ پخت و گشت شریں لب گزاں ۞ سست گیرد شاخہارا بعد ازاں

سخت گیری و تعصّب خامی ست

تا جنینی کار خوں آشامی ست

(عارف رومیؒ)

"(۱) محترماں! اس دنیا کی مثال درخت کی سی ہے، اور ہم اس کے اوپر ادھ کچرے پھل کی طرح ہیں۔

(۲) کچے پھل شاخ کو سخت پکڑتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے کچے پن میں دربار شاہی کے لائق نہیں ہوتے۔

(۳) جب (پھل) پک گیا اور ہونٹوں کو چپکانے والا (خوب) شیریں ہو گیا تو اس کے بعد وہ شاخوں سے اپنی گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے۔

(۴) سخت گیری اور تعصّب ناپختگی (اور کچا پن) ہے جبتک تو جنین (بطن مادر میں) ہے (تیرا) شیوہ خون پینا ہے۔"

پیش لفظ

عصبیت ایک طرح سے صاف صاف اسلام کے مدمقابل رجحان ہے، اسلام انسان کو ایک پیمانہ اور ایک کسوٹی دیتا ہے کہ زندگی میں ہر چیز کو اس سے ناپے اور اس سے پرکھ کے دیکھو، جو کچھ اس کے معیار پر پورا اُترے وہ حق ہے اور جو اس پر پورا نہ اُترے وہ باطل۔

عصبیت انسان کو اس کے برخلاف ایک بالکل دوسرا پیمانہ دیتی ہے اور ہر چیز کو اسی سے ناپنے اور پرکھنے کی ہدایت کرتی ہے اس لئے عصبیت کو اسلام سے وہی نسبت ہے جو ظلمت کو نور سے اور سیاہی کو سفیدی سے ہے ؎

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اِس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

جو بھی کوئی جماعت یا ادارہ اسلام کی کسی بھی نوع کی اور اس کے کسی بھی گوشے کی خدمت سنجیدگی سے کرنا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے اپنے رفقاء میں سے اور پھر دوسرے درجے میں دیگر برادرانِ ملت کے اندر سے عصبیت کے رجحانات کو ٹٹولنے اور چُن چُن کر انھیں دور کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر ہماری کوششیں بار آور نہیں ہو سکتیں۔

محمد عبداللہ طارق
۱۴۸ حضرت نظام الدینؒ نئی دھلی ۱۳-۱۱

۲۱ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
۲۰ ر دسمبر ۱۹۸۹ء

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم
والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین
والعاقبۃ للمتقین۔

عصبیّت اپنی حقیقت اور اصل کے لحاظ سے محبت ہی کی ایک شدید اور غیر متوازن اور غیر عادلانہ قسم ہے، محبت ہر انسان بلکہ ہر جاندار میں فطری طور پر موجود ہے اسی میں جب بے اعتدالی اور عدم توازن پیدا ہو جائے تو وہ "تعصّب" قرار پاتا ہے، جس سے جاہلیت کا اصل خمیر اٹھتا ہے اور اسی کے بل پر عرب جاہلیت اور یہودی جاہلیت نے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کی تھی یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے جاہلیت اور اسلام دونوں میں محبت ہی کو اصل بنیاد قرار دیا ہے ارشاد ہے:

"من أحب الله ورسوله صادقا غیر کاذب، ولقی المؤمنین فأحبهم، وکان أمر الجاهلیة عنده کمنزلة نار ألقیَ فیها فقد طعم طعم الإیمان. أو قال: فقد بلغ ذروة الإیمان. الشکُّ من صفوان۔

جس نے اللہ سے اور اس کے رسول سے سچی محبت کی جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ تھی، اہل ایمان سے ملا تو محبت سے ملا اور جاہلیت کے معاملات اس کی نگاہ میں ایسے ہو گئے کہ جیسے اسے آگ میں پھینکا جا رہا ہے تو اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ یا یہ فرمایا کہ ایسا شخص ایمان کی چوٹی پر پہنچ گیا۔

(طبرانی فی الکبیر عن المقداد[۱])

اور اسی لئے متعدد احادیث میں کمال ایمان کا معیار یہی قرار دیا گیا ہے کہ ہر چیز، ہر معاملہ اور ہر شخص سے آدمی محبت یا نفرت کا معیار اللہ اور اس کے رسول کو قرار دیتا ہو، اگر آدمی میں یہ صفت پیدا نہیں ہوئی تو وہ ایمان کا لذت آشنا نہیں ہے (وان کثرت صلاته وصیامه) خواہ بہت سی نمازیں پڑھتا ہو اور خوب روزے رکھتا ہو[۲]۔

مسند احمد، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اللہ ہی کی خاطر دشمنی کی، اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے روکا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا[۳]۔

عصبیت جاہلیہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ھی متابعة الھویٰ (یہ خواہشات کی پیروی کا نام ہے[۴]) جبکہ ایمان اس کے بالکل برعکس ونھی النفس عن الھویٰ (خواہشاتِ نفس پر پابندی لگانے) کا نام ہے (سورہ نازعات: ۴۰)۔

انسان دنیا کی ہر طاقت سے ٹکرا سکتا ہے لیکن سب سے زیادہ سخت ٹکراؤ اس وقت پیش آتا ہے جب اُسے خود اپنے آپ سے ٹکر لینی پڑے، اور اسی لئے اس ٹکراؤ کو ایمان جیسی بلند نعمت کی قیمت قرار دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحابِ کرام ایک معرکے سے واپس لوٹے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اب ایک چھوٹے معرکے سے نکل کر ایک بڑے معرکے میں اور جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہو اور اس جہادِ اکبر کی تعریف آپؐ نے یہ فرمائی کہ:

مُجاھدة العبدِ ھواہ[۵] بندے کی اپنی خواہشات کے خلاف جنگ

---

[۱] مجمع الزوائد ۱: ۸۸ [۲] ایضاً ۱: ۹۰ [۳] الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ۶: ۲۹ [۴] بیضاوی، انوار التنزیل ۱: ۱۹۶۔

[۵] رواہ الخطیب فی تاریخ بغداد والدیلمی والبیہقی فی الزہد من حدیث جابرؓ الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ص ۱۱۴، الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ۴: ۵۱۱۔
علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں "وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ" کی تفسیر میں اس حدیث کو ذکر کر کے کہا ہے کہ اس میں کچھ ضعف ہے لیکن اس جیسی روایات میں اتنا ضعف گوارا ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی	تم میں کوئی شخص اسوقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا
یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا	جبتک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے
لِمَا جِئْتُ بِہٖ[1] ۔	(طریقے) کے تابع نہ ہو جائیں ۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جبتک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اُسے دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں[2]۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی معاملے میں غور وفکر کرتے وقت انسان کے اپنے ذاتی رجحانات اور اس کی پسند یا ناپسند کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے، چاہت یا نفرت، محبّت یا عداوت آدمی کی عقل وبصیرت پر دبیز پردے ڈال دیتی ہے اور پھر اسی کی روشنی میں آدمی دیکھنے اور سوچنے لگتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِی وَیُصِمُّ، کسی چیز سے تمھاری محبّت تمھیں اندھا بھی بنا دیتی ہے اور گونگا بھی[3]

"تعَصُّب" عربی لفظ ہے جس کا مادہ "ع ص ب" ہے جس میں "باندھنے" کا مفہوم پایا جاتا ہے، اِسی سے "عِصَاب" اور "عِصَابَۃ" ہے جو پٹّی کے معنی میں آتا ہے، "تعصّب" کا شکار شخص کسی جماعت کسی حلقے یا کسی خاص طرز فکر کا اسیر ہو کر اسی میں بندھ کے رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ حق وصداقت کی وسعتوں میں آزادانہ غور وفکر کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور جب تک کسی آدمی کو اس کی محبّت اپنے اندر اس قدر جکڑ نہ لے کہ وہ حق وانصاف کے تقاضوں سے غافل ہو جائے اس وقت تک اس کی وہ محبت اسلام وایمان کے منافی نہیں ہے حدیث نبوی میں اس تجزیے کو بہت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۶۹، رقم الحدیث ۱۶۷۔ [2] مسند احمد ۳: ۲۰۷-۲۷۸۔

[3] مسند احمد اور ابو داود نے یہ روایت حضرت ابو الدرداءؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے مگر علماء محققین نے اسکے موقوف ہونے یعنی اسے حضرت ابو الدرداءؓ کا مقولہ قرار دینے کو ترجیح دی ہے دیکھئے مشکوٰۃ ص ۴۲۶ حدیث نمبر ۴۹۰۸، واجوبۃ الحافظ ابن حجر عن احادیث المصابیح ... [illegible]

ایک مرتبہ خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی میں ایک خیر کا موقع ہاتھ آیا تو انھوں نے بھرپور کوشش کی کہ یہ سعادت کسی انصاری (یعنی ان کے ہم وطن) کو ہی حاصل ہو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: إن الرّجل قد یحب قومَه، إن الرّجل قد یحب قومَه، ان الرّجل قد یحب قومَہ آپؐ نے تین بار فرمایا کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرتا ہی ہے[1]، ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: لَا یُلَامُ الرجل علی حبّ قومہ[2] آدمی کی اپنی قوم سے محبّت پر کوئی ملامت نہیں۔

یعنی یہ ایک فطری چیز ہے جو قابل ملامت نہیں، اسی طرح کوئی شخص اپنے طبقے، اپنی جماعت، اپنے ہم وطن لوگوں یا اپنے ادارے اور جماعت سے وابستہ لوگوں سے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ محبت رکھتا ہو تو اِس حد تک اس میں کوئی خرابی نہیں ہے ہاں! جب یہ چیز بڑھ کر دوسرے سے اعراض وبے اعتنائی یا خدانخواستہ ان کی حق تلفی تک پہنچ جائے تو یہی مذموم عصبیت بن جاتی ہے چنانچہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یضرّ الرجلَ محبّتُہ قومہ ما لَم یُبغِض سِوَاھُم[3]۔	آدمی کے لئے اپنی قوم کی محبت اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ وہ دوسروں سے نفرت نہ کرنے لگے۔

سُنن اَبی داود میں حضرت سُراقہ بن مالک بن جُعْشُم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیرکم المدافع عن	تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی

---

[1] مجمع الزوائد ۹: ۲۶؛ کنز العمال ۱۵: ۱۴۷۔

[2] مجمع الزوائد ۹: ۱۲۵۔

[3] کنز العمال ۱۵: ۱۴۸

عشیرتہ ما ئم یأثم[1] — قوم کا دفاع کرے جبتک کہ وہ گناہ میں نہ مبتلا ہو۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ایک بار پوچھا: اللہ کے رسول! "عصبیت" کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اَن تُعِینَ قومَك علی الظلم، تم اپنی قوم کی ان کے ظلم کرنے کے باوجود مدد کرو[2]۔

ایک صحابی نے سوال کیا اللہ کے رسول!

اَمِنَ العصبیۃ اُن یحب الرجل قومَہ؟ — کیا یہ بھی عصبیت ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرتا ہو۔؟

آپؐ نے جواب دیا:

لَا، ولٰکن من العصبیّۃ اُن ینصر الرّجل قومَہ علی الظّلم[3] — نہیں، عصبیت تو یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ان کے ظلم کی صورت میں بھی مدد کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے عصبیت کے نام پر لوگوں کو پکارا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت کی خاطر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں، اور جو عصبیت پر جان دیدے وہ ہم میں سے نہیں[4]۔

ایک طویل حدیث جس میں آپؐ نے کئی ہدایات دی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جو کسی اندھی جنگ کے جھنڈے تلے (تحت رایۃ عُمِّیَّۃ) محض عصبیت کی خاطر غصہ ہو کر لڑا، یا اس نے عصبیت کی خاطر کسی کی مدد کی اور اس میں مارا گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا[5]،

---

[1] مشکاۃ ص ۱۳۷۴، رقم ۴۹۰۶، الجامع الصغیر ۳: ۴۹۸۔

[2] مشکاۃ ص ۱۲۷۴، رقم ۴۹۰۵۔

[3] مشکاۃ ص ۱۳۷۵، رقم ۴۹۰۹

[4] مسلم، ابوداود، نسائی عن جبیر بن مطعمؓ (الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر ۵: ۳۸۶)

[5] [illegible]

یعنی کسی معاملے کی حقیقت جانے بغیر کسی جھگڑے میں آدمی جب محض "اپنے لوگوں" کا ساتھ دینے کی خاطر شریک ہوتا ہے تو یہ اندھی جنگ ہے اور اس میں اگر اتفاق سے اس کا گروہ حق پر بھی ہے تب بھی اس کی شرکت چونکہ حق سمجھ کر نہیں محض عصبیت کی وجہ سے ہے اس لئے یہ جاہلیت اور غیر اسلامی عمل ہے۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تعصّب الرّجل لطائفة مطلقاً فعل أهل الجاهلية محذور مذموم آدمی جب کسی گروہ کی محض اپنا گروہ ہونے کی وجہ سے حمایت کرتا ہے تو یہ اہل جاہلیت کی حرکت ہے جو مذموم ومعیوب ہے۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے جاہلیت کا نعرہ لگایا (فهو من جثاء جهنم) وہ جہنم کا ایندھن ہے، لوگوں نے پوچھا: (یا رسول الله وإن صام وصلّى؟) اللہ کے رسول! چاہے وہ شخص روزے رکھے اور نمازیں پڑھے؟ آپؐ ارشاد فرمایا: (وإن صام وصلّى) چاہے وہ روزے رکھتا ہو نمازیں پڑھتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا تسموا باسم الله الذى سمّاكم المسلمين المؤمنين، خود کو اسی نام سے موسوم کرو جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا ہے "مسلم" یا "مومن"[2] اپنی اس شناخت پر قانع نہ ہونا اور کسی گروہ سے اپنی شناخت تجویز کرنا گروہی عصبیت کا بیج بونا ہے۔

آپؐ نے حکم دیا ہے کہ جب کسی کو جاہلیّت کا نعرہ لگاتے سنو تو آپؐ نے بہت موٹی گالی کا عربی محاورہ بول کر فرمایا کہ صاف صاف یہ گالی دو اشارے کنائے میں

---

[1] فیض القدیر ۵: ۳۸۶۔

[2] مسند احمد ۵: ۲۴۴، ورواه الطيالسی والبخاری فی تاريخه والترمذی وصححه والنسائی والموصلی وابن خزيمة وابن حبان والباوردی وابن قانع والطبرانی والحاكم وابن مردويه والبيهقی فی شعب الايمان كلهم عن الحارث الاشعری رضی کما فی الدر المنثور ۴: ۲، ۳۷۲، ومجمع الزوائد ۵: ۲۱۷۔

برا نہ کہو[1]، جس کی تشریح محدثین نے یہ کی ہے کہ ایسے شخص کو صاف لفظوں میں گالی دے کر اظہارِ نفرت کرو اور اس کی پوری طرح حوصلہ شکنی کر دو تاکہ آئندہ وہ ایسی آواز نہ لگا سکے[2]۔

مکحولؒ کا بیان ہے کہ عجز بن مدراع تمیمی نے (کسی بات پر) کہا: یا آلِ تمیم! (اے تمیم کے خاندان والو!) یہ لوگ مشہور صحابی حضرت اُبی بن کعبؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت اُبیؓ نے یہ جملہ سنا تو فوراً بولے: أعضك الله بهن أبيك[2]۔ حاضرین نے کہا: ما عهدناك يا أبا المنذر فحاشا (ابوالمنذر! آپ کو تو ہم نے کبھی فحش کلامی کرتے سنا نہ تھا!) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ جب کسی کو جاہلیت کا نعرہ لگاتے سنیں تو اسے اسی طرح نام لیکر گالی دیں، اشاروں کنایوں میں نہیں[3]۔

بصرے میں ایک شخص نے آواز لگائی "یالَعامِر! (اے بنو عامر کے لوگو!) چنانچہ مشہور شاعر نابغۃ الجعدیؓ۔ جو شرفِ صحبت بھی رکھتے ہیں۔ اور عامری

---

[1] مسند احمد ۵: ۱۳۶، المعجم الکبیر للطبرانی ۱: ۱۹۸، رقم الحدیث ۵۳۲، وعنہ مجمع الزوائد ۳: ۳ وقال: ورجالہ ثقات، مشکوٰۃ ص ۴۱۷، رقم ۴۹۰۲۔ الجامع الصغیر ۱: ۳۸۱، مرقات ۹: ۱۸۶۔ [2] فیض القدیر ۱: ۳۸۱،

مسند احمد اور جامع صغیر کے الفاظ ہیں فأعضوه، علامہ مناوی نے اسکی تشریح کی ہے: قولوا له: أعضض بظر امك (اپنی ماں کی پیشاب گاہ کاٹ کھا، یا چوس لے۔) اور مشکوٰۃ شریف میں روایت کے الفاظ ہیں: فأعضوه بهن أبيه (اس سے کہدو: اپنے باپ کی پیشاب گاہ کاٹ کھا)۔

ہماری ساری تہذیب اور تمام تر شائستگیاں رسول الثقلین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک لفظ کے نثار! آپ ذرا غور تو کیجئے کہ آپؐ نے کن کن الفاظ میں اور کس کس پیرایۂ بیان سے جاہلی عصبیت کی مذمت کی ہے۔

[3] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۴۲۲، غریب الحدیث لابی عبید ۱: ۲۰۰۔۲۰۱۔ اسی مجلس کے ایک اور شریک قبیلہ بنو تمیم ہی کے ایک شخص عُتَی بن ضمرہ بھی اس واقعے کو معمولی لفظی فرق کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ملاحظہ ہو الادب المفرد ص ۲۵۱ رقم ۹۶۳، وموارد الظمآن ص ۱۸۸۔

ہیں۔ اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کو لیکر آپہنچے راوی کا بیان ہے: فأخذته شرط أبي موسیٰؓ فضربه خمسين سوطاً بإجابته عن دعوى الجاهلية، (نابغہ جعدی کو حضرت ابو موسیٰؓ (گورنر بصرہ) کے پولیس والوں نے گرفتار کرلیا اور ان کو جاہلیت کے نعرے پر لبیک کہنے کے جرم میں پچاس کوڑے مارے گئے۔)[1]

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: من لم يتعز بعزاء الإسلام فليس منا، [2] (جو شخص (نعرہ لگانے کے موقع پر) اسلام کا نعرہ نہ لگائے وہ ہم میں سے نہیں) حضرت عمرؓ نے عربوں کے متعلق پیشین گوئی کی تھی کہ:

"سيكون للعرب دعوى قبائل (عربوں کے یہاں عنقریب قبائل کا نعرہ زندہ ہو جائے گا) اور جب ایسا ہوگا تو تلوار ہی تلوار اور قتل ہی قتل کی گرم بازاری رہے گی، حتی يقولوا: يا للمسلمين! فهذا عزاء الإسلام، یہاں تک وہ یہ نہ کہنے لگیں: "اے اہل اسلام"! اسلام کا نعرہ یہی[3] ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام تمام چھوٹی چھوٹی قومیتوں اور الگ الگ انفرادیتوں کو تحلیل کر کے ایک وسیع و ہمہ گیر ملت تشکیل کرتا ہے، وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ جب یہ چھوٹے چھوٹے نالے اور الگ الگ سے نکلے ہوئے چشمے اگر اس سمندر میں ضم ہو جائیں تو ان کے ذہنوں تک سے اپنی پرانی یادیں اور قدیم رشتے محو ہو جانے چاہئیں۔ ع

"تو اے شرمندۂ ساحل اُچھل کر بے کراں ہوجا"

اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک یہ پرانے رشتے اور خویشی و بیگانگی کی یہ متضاد اور جاہلی نسبتیں فنا نہ ہوجائیں ان کا انضمام کامل اور ان کی رگ رگ اور ریشے ریشے میں اسلامی تعلیمات کا نفوذ معتبر نہیں۔ اور ہمارا یہی نقص ہوتا ہے جس کی وجہ سے

---

[1] غریب الحدیث لأبی عبید ا: ۲۰۱ (حیدرآباد ۱۳۸۴ھ)

[2] ایضاً ا: ۲۰۳۔ [3] ایضاً۔

ہم ذرا ذرا سے گروہی محرکات سے حرکت میں آکر اور تحزّب و گروہ بندی کا نعرہ لگا کر شیطانی جال کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے دین و دنیا کو اور دوسروں کی کم از کم دنیا کو سخت آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔

اس دنیا میں ہر شخص دوسرے شخص کے لئے اور ہر ادارہ و جماعت دوسرے اداروں اور جماعتوں کے لئے ذریعۂ آزمائش اور پرچۂ امتحان ہے، ان کی جانچ اس بات میں ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے، اس امتحان میں کامیابی کا بڑا اگر صبر و ضبط اور تحمّل ہے، خدائے سمیع و بصیر اس امتحان ہال کے ایک ایک شریک پر ہر وقت نگاہ رکھے ہوئے ہے کہ کون کیا کرتا ہے: وجعلنا بعضكم لبعض فتنة، أتصبرون، وكان ربك بصيراً[1] (ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنا دیا ہے، کیا تم صبر و تحمّل سے کام لوگے؟ اور تمھارا رب خوب سب کچھ دیکھ رہا ہے۔)

وَلا تكونوا كالتي نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا، تتخذون أيمانكم دخلا بينكم أن تكون أمة هي أربى من أمة، إنما يبلوكم الله به۔ (النحل: ۹۲)

اور تم اس (بدحواس بوڑھی) عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد نوچ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد برپا کرنے کا ذریعہ بنانے لگو، محض اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے، بس اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمھاری آزمائش کرتا ہے۔

---

[1] سورۂ الفرقان: ۲۰۔

معیارِ خوبی صرف دین و تقویٰ

خالقِ کائنات رب العالمین کا فرمان ہے اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمھیں مختلف قبائل اور خاندانوں میں (صرف) شناخت کی خاطر تقسیم کر دیا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات: ۱۳)

بلاشبہ تم میں اللہ کے نزدیک صاحبِ مرتبہ وہی شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو، تمھارا دین بھی ایک ہی ہے، تمھارے باپ آدم ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے تھے[1]۔

ایک حدیث میں ہے کہ المسلمون اخوۃ، لافضل لأحدٍ علیٰ أحدٍ إلّا بالتقویٰ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تقویٰ کے علاوہ کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے[2]۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ أنا أولی الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب لوگوں سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں، تو انھوں نے جواب دیا کہ حضور کے قریب تم سے زیادہ اور بھی ہیں تم حضور سے صرف نسب کا تعلق رکھتے ہو[3]۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن پروردگار اعلان فرمائے گا کہ میں نے تمھارے لئے ایک تعارف کا ذریعہ تجویز کیا تھا اور تم نے خود اپنے لئے تعارف کا

---

[1] مجمع الزوائد ۸: ۸۴ [2] ایضاً۔

[3] ایضاً۔

ایک دوسرا ذریعہ تجویز کر لیا تھا میں نے تو کہا تھا کہ أَكْرَمَكُمْ أَتْقَاكُمْ تم میں سب سے لائقِ تکریم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے لیکن تم نے کہا کہ "فلاں کا بیٹا فلاں بہتر ہے فلاں کے بیٹے فلاں سے"۔ آج میں اپنے ذریعۂ تعارف کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے ذریعۂ تعارف کو پست کرتا ہوں، أَيْنَ الْمُتَّقُونَ (یہ فرمانے کے بعد اعلان ہوگا: آؤ) کہاں ہیں متقی لوگ! کہاں ہیں متقی لوگ! کہاں ہیں متقی لوگ[1] !۔

---

[1] مجمع الزوائد ۸: ۸۴۔ یہ سند بہت کمزور ہے لیکن دیگر ہم معنی روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ حدیث معجم صغیر اور اوسط میں بروایت ابو ہریرہؓ نقل ہوئی ہے اور تقریباً اسی مفہوم کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ ہی کے حوالے سے مستدرک حاکم میں بسند صحیح اور ابن مردویہ اور بیہقی نے بیان کی ہے، دیکھئے الدر المنثور ۶: ۹۸۔

نسلی تفاخُر

ابن ابی مُلیکہؒ نے سورہ حجرات کی مذکورہ آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے بتایا کہ فتح مکہ کے دن مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور وہاں کھڑے ہوکر اذان دی تو (صدیوں سے نسلی برتری کے ذہن ومزاج و ماحول میں پرورش پانے والے) بعض لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو بولے: ھذا العبد الاسود یؤذن علی ظھر الکعبۃ ؟ یہ سیاہ فام غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے رہا ہے؟ اس پر انہی میں سے دوسروں نے یہ کہا کہ اگر یہ بات اللہ کو ناپسند ہوگی تو وہ خود ہی ہٹا دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے، یہ قبیلوں اور خاندانوں کا فرق تو صرف شناخت کی خاطر ہے، تم میں سب سے بہتر اور افضل وہی شخص ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہے[1]۔

ابو ہندؓ ایک غلام تھے جو سینگیاں لگانے کا پیشہ کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انھوں نے بارہا سینگی لگائی تھی، آپؐ نے ان کے نکاح کا پیغام بنو بیاضہ کے ایک گھر میں بھیجا تو انھوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! انزوج بناتنا موالینا ؟ اللہ کے رسول! ہم اپنی بیٹیوں کو اپنے غلاموں سے بیاہ دیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[2]۔

اس قسم کے متعدد واقعات ہو چکے تھے اس ذہن ومزاج کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم سب ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہو تو

---

[1] ابن منذر، ابن ابی حاتم، البیہقی فی دلائل النبوۃ۔ (در منثور ٦ : ٩٧)

[2] ابن المنذر عن ابن جریج وابن مردویہ والبیہقی فی سننہ عن الزہری۔ (در منثور ٦ : ٩٨)

پھر اونچ نیچ کیسی اور کمتری اور برتری کا کیا سوال۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا:

اُلحمد للہ الذی أذھب	تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس
عنکم عُبِّیّۃَ الجاھلیۃ	نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور جاہلی دور
وتکبرھا بآبائھا۔	کا اپنے باپ دادوں پر فخر و غرور ختم کر دیا۔
اُلناس رجلان: بَر، تَقِیّ،	لوگ بس دو ہی طرح کے ہیں: نیک،
کریم علی اللہ۔ وفاجر،	پرہیزگار۔ اور اللہ کی نظر میں باعزت،
شَقِیّ، ھَیّن علی اللہ۔	یا بدعمل بدبخت اور اللہ کی نگاہ میں بےوقعت
والناس بنو آدم وخلق	تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ کو
اللہ آدم من تراب۔	اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور اس کے بعد آپؐ نے وہی اوپر والی آیت پڑھ کر سنائی[۱]۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے جو طویل خطبہ دیا تھا اس کے مختلف ٹکڑے متعدد صحابہ کرام نے بیان کئے ہیں اور اکثر کتب حدیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک لمبی روایت میں اس خطبے کا ایک جملہ یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اُلا! کل شئی من أمر الجاھلیّۃ	یاد رکھو! دور جاہلیت کی ہر بات میرے
تحت قدمَیّ موضوع[۲]۔	دونوں قدموں کے نیچے روندی جا چکی ہے۔

اسی خطبے میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

یاأیھا النّاس! ألا ان ربکم	اے لوگو! یاد رکھو! تم سب کا رب ایک
واحد، ألا إنّ أباکم واحد	ہی ہے، یاد رکھو! تم سب کا باپ (بھی)

---

[۱] ابن ابی شیبۃ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی فی شعب الایمان۔ (درمنثور ۶: ۹۸) نیز مسند احمد (۲: ۳۶۱) [۲] مشکاۃ ص ۸۵، حدیث نمبر ۲۵۵۵۔

أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ.

ایک ہی ہے یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے، بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہو۔

أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللهِ: قَالَ: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔[1]

بتاؤ میں نے (اپنے رب کا پیغام) پہنچا دیا؟ سب نے کہا اللہ کے رسول پہنچا دیا، آپ نے فرمایا جو حاضر ہے وہ غائب لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: یا تو لوگ اپنے گزرے ہوئے باپ دادوں پر فخر و غرور کرنے کی روش سے باز آ جائیں جو جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے لوگ گبریلے سے بھی زیادہ ذلیل و بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گے جو اپنی ناک سے پاخانے (کی گولیاں) لڑھکائے پھرتا ہے (او لیکونن أھون علی اللہ عزوجل من الجعل الذی یدھدہ الخرء بأنفہ)

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں کے (نسلی) غرور کو فنا کر دیا ہے، بس (آدمی) یا تو پرہیزگار مومن ہے یا بدعمل و بدبخت ہے۔ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔[2]

---

[1] ابن مردویہ والبیہقی عن جابرؓ کما فی الدر المنثور ۶: ۱۸، ورواہ احمد ۵: ۴۱۱ عن ابی نضرۃ عن من سمع خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۳: ۲۶۶ : رجالہ رجال الصحیح۔

[2] رواہ ابو داود والترمذی عن ابی ہریرۃؓ۔ (الترغیب ۳: ۵۷۲، مشکاۃ ص ۴۱۲ رقم ۴۸۹۹، ورواہ البزار عن حذیفۃؓ مختصرا کما فی مجمع الزوائد ۸: ۸۶، والدر المنثور ۶: ۹۹)

نسلی غرور کے فنا کر دئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اوّلاً تو جاہلی کبر و نخوت کے تمام سرغنے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طاقت کے ذریعہ کچل ڈالے اور آئندہ کے لئے شریعت نے کسی بھی معاملے میں نسلی اونچ نیچ کی قطعاً کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ جگہ جگہ اس ذہنیت پر قدغن لگائی اور طرح طرح سے اسے کنڈم کیا ہے، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آقائی اور غلامی کے بُت کو بھی پاش پاش کر دیا اور غلاموں کو غلامی سے اٹھا کر بھائی کے مقام پر لا کھڑا کیا، آپؐ نے ہدایت دی کہ: إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ تمھارے غلام باندیاں تمھارے بھائی بہن ہیں اللہ نے ان کو تمھارے ہاتھ تلے کر دیا ہے، جو کچھ تم خود کھاؤ وہی انھیں کھلاؤ اور جو کپڑا تم پہنو وہی انھیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ اُن پر نہ ڈالو اور اگر (کبھی) ایسا کرنا ہی پڑے تو خود اُن کی مدد کرو[1]۔

حضرت زید بن حارثہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے آپؐ نے ان کو آزاد کیا اور ان کو بیٹا بنا لیا اور اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ان کی شادی کر دی۔

حضرت عَمّار بن یاسرؓ جو غلام بن غلام تھے ان کے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے درمیان کوئی بات پیدا ہوگئی تھی آپؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو عمارؓ سے دشمنی رکھے اس کا خدا دشمن ہو اور جو ان سے نفرت رکھے اس سے خدا نفرت کرے[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو قرآن مجید کے علم کے بارے میں سند اور اتھارٹی قرار دیا تھا ان میں ایک حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام حضرت سالمؓ بھی تھے[3]۔

---

[1] بخاری و مسلم عن ابی ذرؓ۔ (مشکوٰۃ ص۲۹۱ رقم الحدیث ۳۳۴۵۔)

[2] الاصابۃ ۲: ۵۱۲۔ [3] ایضاً ۲: ۷۔

یہی حال مسلم معاشرے کے صالح افراد کا تھا انھوں نے بھی کبر ونخوت اور جاہلی اونچ نیچ کو ٹھکرا دیا تھا، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضؓ جیسے جلیل القدر انسان نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال پر ان کا ذکر "سیدنا" کے لفظ سے کیا تھا کہ ہمارے سردار بلال اور ہمارے سردار (حضرت صدیق اکبرؓ) کے غلام کا انتقال ہو گیا۔۔۔۔۔۔
حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کو جو غلام بن غلام تھے کوفے کا گورنر بنایا تھا[1]۔

حضرت عمرؓ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انھوں نے اپنی جگہ امامت کے لئے حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تھا جو قبیلۂ بنو جَدعان کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے[2]۔ اور تمام دینی و دُنیَوی وجاہت رکھنے والے جلیل القدر صحابۂ کرام نے بے تکلف ان کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حضرت ابوحذیفہؓ نے اپنے غلام حضرت سالمؓ کو بیٹا بنالیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ بنت الولید بن عتبہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا تھا[3]۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ مسجد قبا میں حضرت سالمؓ امامت کیا کرتے تھے جہاں ان کے پیچھے مہاجرین اولین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہؓ نماز ادا کرتے تھے[4]۔

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جب خلافت کے لئے چھ آدمیوں کو طے کیا تھا کہ ان میں سے کسی کو طے کرلینا اس وقت یہ فرمایا تھا کہ لوکان سالم حیا ما جعلتها شوریٰ یعنی آج اگر سالمؓ زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لئے شوریٰ نہ بناتا، یعنی انہی کو نامزد کر دیتا[5]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی شب معراج کا یہ واقعہ سنایا کہ میں نے جنت میں کسی کے قدموں کی چاپ سنی تو جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ جبریل!

---

[1] ایضاً ۲ : ۱۲ ۵۔

[2] رواہ الطبرانی واسنادہ حسن (مجمع الزوائد ۹ : ۳۰۶)

[3] الاصابۃ ۲ : ۷۔ [4] ایضاً۔ [5] الاستیعاب ۲ : ۷۱۔

یہ آواز کیسی ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ یہ بلال کے قدموں کی چاپ ہے، یہ بات حضرت صدیق اکبرؓ نے سنی تو بولے:

لیتَ أُم بلال ولدتنی وأبو — کاش بلال کی ماں نے اور اس کے باپ نے
بلال وأنا مثل بلال [1] — مجھے جنا ہوتا اور (کاش) میں بھی بلال کی طرح ہوتا۔

اور حضرت بلالؓ اور حضرت ابو ہندؓ کے متعلق دو واقعات آپ اس عنوان کے شروع میں پڑھ چکے ہیں۔

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلم معاشرہ کسی بھی دور میں اس بُرائی سے پوری طرح پاک نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۂ حجرات کی مذکورہ آیت پڑھ کر افسوس کا اظہار کیا کہ "لا أریٰ أحداً ایعمل بھذہ الآیۃ میں کسی کو اس آیت پر عمل کرتا نہیں دیکھتا، لوگ ایک دوسرے پر (نسل ونسب کی بنیاد پر) برتری ثابت کرتے ہی رہتے ہیں حالانکہ لیس أحد أکرم علیٰ أحد إلّا بتقوی اللّٰہ کوئی کسی سے برتر نہیں سوائے تقویٰ اور خوف خدا کے" [2]۔

حضرت ابن عباسؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ماتعدون الکرم؟ تم عزت کسے کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے تو خود ہی عزت کا معیار مقرر فرما دیا ہے کہ جو زیادہ متقی ہے وہی زیادہ لائقِ احترام اور باعزت ہے۔ ماتعدون الحسب؟ تم شرافت کسے قرار دیتے ہو؟ سب سے بڑھ کر صاحبِ حسب اور شریف تو وہ ہے جس کی عادتیں (اور کردار) سب سے بہتر ہیں [3]۔

یہ تو حضرت ابن عباسؓ کا اپنے زمانے کے متعلق تبصرہ ہے اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ملت کے آئندہ لوگوں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے اس میں

---

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن وحشی بن حربؓ قال الہیثمی: رجالہ ثقات (۹: ۲۹۹)

[2] الادب المفرد ص ۲۳۱ روایت نمبر ۸۹۸ (قاہرہ ۱۳۷۵ھ)

[3] ایضاً روایت نمبر ۸۹۹۔

ارشاد فرمایا ہے کہ:

شعبتان لا تترکهما أمتي : النياحة والطعن في الأنساب[1]	(جاہلیت کی[1]) دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں میری اُمت نہیں چھوڑے گی: مرنے والے پر بیان کر کے آواز سے رونا اور لوگوں کو ان کے نسب پر طعنے دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ جاہلیت کی چار باتیں ایسی ہیں جنہیں میری اُمت (کبھی[3]) نہیں چھوڑیگی: (۱) (اپنے) نسب پر فخر کرنا۔ (۲) (لوگوں کے) نسب پر طعنے دینا۔ (۳) ستاروں سے بارش کی امیدیں باندھنا۔ (۴) اور مرنے والوں پر بیان کر کے بلند آواز سے رونا[4]۔

ابن العربی نے کہا ہے کہ یہ چاروں چیزیں حرام ہیں اور اس بات کو جانتے ہوئے بھی اکثر لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہیں[5]۔

صحیح مسلم میں اس کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں دو چیزیں ایسی ہیں جو کفر ہیں ایک نسب میں طعنہ دینا دوسرے مرنے والے پر بیان کر کے رونا[6]۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے غلام کو اس کی ماں کا نام لے کر طعنہ[7] دیا، غلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کر دی تو آپؐ نے حضرت ابو ذرؓ کو بڑی سخت بات فرمائی آپؐ نے ارشاد فرمایا:

انك امرؤ فيك جاهلية	تم ایک ایسے شخص ہو جس میں (ابھی) جاہلیت (باقی ہے)۔

---

[1] فیض القدیر ۴: ۱۶۲۔

[2] البخاری فی الادب ص ۱۰۷ حدیث نمبر ۲۹۵۔ [3] مسند احمد ۲: ۴۳۱ میں ابدا کا لفظ بھی ہے۔

[4] مسند احمد ۵: ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴۔ ورواہ مسلم فی الجنائز۔ فیض القدیر ۱: ۴۶۲، مشکاۃ ص ۱۴۵ نمبر ۱۷۲۷۔ مجمع الزوائد ۳: ۱۲، ۱۳ میں اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں۔ [5] فیض القدیر ۱: ۴۶۲۔ [6] ریاض الصالحین ص ۵۷۸، ۶۰۶۔

[7] مصنف عبد الرزاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کی ماں عجمیہ تھی" حضرت ابو ذرؓ کی زبان سے ابن العجمیۃ وغیرہ کا لفظ نکل گیا ہوگا۔

پھر آپؐ نے غلاموں کے حقوق بیان فرمائے، معرور بن سُوَید کہتے ہیں کہ میں نے مقام "ربذہ" میں حضرت ابوذرؓ کے جسم پر ایک جوڑا دیکھا اور بالکل ویسا ہی ان کے غلام کے جسم پر بھی تھا میں نے (تعجب سے) اس کی وجہ پوچھی تو اس وقت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنایا اور فرمایا کہ حضورؐ کا یہ حکم ہے کہ جیسا خود کھاؤ ویسا ہی ان کو کھلاؤ اور جیسا خود پہنو ویسا ہی ان کو پہناؤ (اس لئے ایک ہی کپڑے میں سے ہم دونوں کے جوڑے بنے ہیں[1])۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک شخص کو اس کی ماں کا نام لے کر برا کہا، اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کردی تو آپؐ نے فرمایا: إن فيك شعبة من الكفر. تمہارے اندر کفر کا ایک حصہ (باقی) ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ کی زبانِ مبارک سے میں نے "کفر" کا نام سنا تو میری ٹانگیں لڑکھڑا گئیں اور میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اُس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ کو حق کا پیغام دے کر بھیجا ہے آئندہ کبھی کسی مسلمان کو برا نہ کہوں گا[2]۔

واقعہ آپ کے سامنے ہے اور آپ کی زندگی بھی آپ کے سامنے ہے غور کیجئے ہم سے تو کبھی کسی مسلمان کے لئے یہ سلوک سرزد نہیں ہوگیا ہے؟؟؟ اگر خدانخواستہ جواب "ہاں" میں ہے تو ہم سوچیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ ارشاد نبوی ہم نے بھی پڑھ لیا، جو کیفیت حضرت ابوہریرہؓ کی ہوئی تھی ایسا کوئی اثر ہمارے اوپر بھی ہے؟ جبکہ ایمان کے ساتھ یہ اثر ناگزیر ہے۔

---

[1] مسند احمد ۵: ۱۶۱، ورواہ غیر واحد من اصحاب الستۃ۔ نیز کنز العمال ۹: ۱۲۱۔

[2] بزار۔ مجمع الزوائد ۸: ۸۶۔

نسب نہ کسی کے لئے باعثِ عار ہے نہ باعثِ افتخار

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے یہ انساب (اور خاندانی سلسلے) کسی کے خلاف گالی نہیں ہیں تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو (طَفَّ الصاع بالصّاع) (بالکل برابر سرابر) جس طرح لبالب بھرا ہوا ایک پیمانہ دوسرے کے برابر ہوتا ہے، تم اسے اس سے زیادہ بھر ہی نہیں سکتے، کسی کو کسی پر دین وتقوی کے علاوہ کوئی برتری حاصل نہیں، آدمی کے (بُرا ہونے کے لئے) اتنا ہی بہت ہے کہ وہ بدزبان، بیہودہ گو اور بخیل ہو۔[1]

یعنی اگر کسی نے اپنی بڑائی کے احساس کے ساتھ دوسرے سے بدکلامی کی تو اپنے پست اور بُرا ہونے کا ثبوت اس نے خود ہی فراہم کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے عہدِ جاہلیت کے بعض معزز خاندانوں کا ذکر شروع کیا تو فرمایا (دعوا هذا) یہ تذکرے چھوڑو، فانّ الاسلام عَمّر بیوتا کانت خاملة واُخمل بیوتا کانت عامرة، اسلام نے بہت سے گمنام وناقابلِ ذکر خاندانوں کی تعمیر نو کر (کے انھیں با مقام بنا) دیا اور بہت سے (بظاہر بنے ہوئے اور) باعزت گھرانوں کو بے نام ونشان کر دیا، اور پھر فرمایا: اگر تم نہیں مانتے تو بنو تیم بن جدعان (جدعاء[2]) کے بھائی کی مثال دیکھ لو کہ: لما مات تقسّم الناس المجد بعده، جب وہ مر گیا تو اس کے بعد کس طرح لوگوں نے مجد وشرف اور عظمتوں

---

[1] رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن عقبۃ بن عامرؓ۔ وہو حدیث صحیح۔ (مشکاۃ ص ۱۲۷۵ رقم الحدیث ۴۹۱۰، مجمع الزوائد ۸ : ۸۲

[2] مجمع الزوائد اور الاصابۃ میں "جدعان" اور دیگر مصادر میں "جدعاء" ہے۔

کو بانٹ لیا[1]۔ اور ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے مجد و شرف کسی کی میراث نہیں ہے زمانہ کروٹ بدلتا ہے تو بڑے بڑے شرفاء ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں مولانا الطاف حسین حالی نے کہا ہے :-

بہت آگ چلموں کی سلگانے والے — بہت گھاس کی گٹھریاں لانے والے[2]
بہت در بدر مانگ کر کھانے والے — بہت فاقے کر کر کے مرجانے والے

جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر؟
تو نکلیں گے نسلِ ملوک ان میں اکثر

اوپر جو ذکر آیا یہ تمیم نہیں بظاہر تیم کا ذکر ہے[3] جو قبیلہ بنو طئی کی ایک شاخ ہے یہ بہت بڑا اور بہت نیک نام قبیلہ تھا جو مصابیح الظلام (تاریکیوں کے روشن چراغ) کے نام سے مشہور[4] تھا، عہد جاہلیت میں ان کا ایک خاندانی بھائی اوس بن حارثہ بن لأم الطائی اپنے قبیلہ کا سردار تھا اس نے دو سو سال عمر پائی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی سماعت اور عقل و فہم سب جاتی رہی تھی، اس کی درازیٔ عمر سے تنگ آکر اس کے تمام اہل خاندان اسے اپنے گھر میں چھوڑ کر کہیں اور کوچ کر گئے تھے حتیٰ هلك فيها ضيعة اور یہ وہیں پڑا پڑا کس مپرسی کی موت مرگیا تھا، فهم يُسَبّون بذلك إلى اليوم یہ خاندان اس بات کی وجہ سے آج تک لوگوں کی سب و شتم کا نشانہ بنتا رہتا ہے[5]۔

---

[1] مجمع الزوائد ۸ : ۸۶۔ [2] مسدس حالی کے حاشیے میں ہے کہ یہ اشارہ ہے دہلی کے ان حقہ پلانے والوں کی طرف جو اولاد تیمور سے ہیں اور تغلق آباد کے ان گھسیاروں کی طرف جو خاندان تغلق سے ہیں۔ (مسدس حالی ص ۶۵ کانپور ۱۹۲۹ء)

[3] یہ مجمع الزوائد میں طباعت کی غلطی ہو سکتی ہے واللہ اعلم۔

[4] ملاحظہ ہو جمہرۃ انساب العرب ص ۲۹۹، الأنساب للسمعانی ۳ : ۱۲۲، مع التعلیق۔ الاکمال لابن ماکولا مع التعلیق ۱ : ۱۴۱، ۵، الاصابۃ ۱ : ۸۱، الأعلام للزرکلی ۲ : ۹۵۔ [5] الاصابۃ ۱ : ۸۲، ۱۳۴۔

یہ خاندان اپنی جن خوبیوں کی وجہ سے نیک نام تھا اسلام کے زیرِ اثر وہ تمام خوبیاں اور اعمال و اخلاق دوسرے گمنام اور ناقابل ذکر مسلم خاندانوں نے اختیار کر لئے نتیجۃً وہ نیک نامی اور عزت و سربلندی بھی پھر اُنہی خاندانوں کے حصّے میں آئی۔

اور اِس ایک خاندان ہی کی بات نہیں مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ کے کتنے ہی معزز اور نیک نام خاندان تھے جو اسلام کی صداقت کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی محض عصبیت، خاندانی و نسلی غرور اور دنیوی جاہ و عزت کی خاطر اسلام کے حلقہ بگوش نہ ہوئے اور آخر بے نام و نشان ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔

وطنی اور علاقائی عصبیتیں

حضرت ابو عقبہؓ ایک فارسی النسل صحابی ہیں جنگِ اُحُد میں شریک تھے ایک مشرک پر حملہ آور ہوتے ہوئے اُن کی زبان سے نکل گیا: خذها وأنا الغلام الفارسی، لے اب فارسی جوان کا وار سنبھال! یہ فرماتے ہیں کہ میری زبان سے یہ جملہ نکلنا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: هلا قلت: خذها وأنا الغلام الأنصاری، یعنی تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ لے اب انصاری[1] جوان کا وار سنبھال[2]

میدانِ کارزار میں دشمن کے سامنے فخریہ کلمات کہنے کی ممانعت نہیں ہے لیکن اسلام کی آغوش میں آجانے کے بعد تمام وطنی اور علاقائی امتیازات ختم کر کے صرف ایک ملت اسلامیہ کا فرد بن کر رہنا چاہئے، اور دوسری تمام نسبتوں کو اس ایک وسیع خدائی نسبت میں گم کر دینا چاہئے، جیسا کہ اوپر حدیث میں گزر چکا ہے کہ اپنا نام وہی رکھو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے تجویز کیا ہے "مسلم" یا "مؤمن"، اس کے بعد اگر پھر اس کی مزید

---

[1] یہ حضرت جبر بن عتیک انصاریؓ کے غلام تھے اس لئے ولاءً ان کو انصاری کہا گیا ہے۔

[2] مسند احمد ۵: ۲۹۵ مشکاۃ ص ۴۲۷، رقم ۴۹۰۳، الاصابۃ ۲: ۴۰۴۹۲: ۱۳۵۔

تقسیم کرنی پڑے تو وہ بھی اسلامی نسبت کے ساتھ ہی ہونی چاہئے جس طرح یہاں تعلیم دی گئی ہے کسی علاقے یا کسی اور نسبت کے ساتھ اپنے آپ کو منسوب نہیں کرنا چاہئے اس سے تفریق کا جذبہ ابھرتا ہے ؎

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی

مختلف النوع عصبیتیں اور گروہ بندیاں:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر دور کے متعلق پیشین گوئیوں میں ایک اہم بات یہ بھی ارشاد فرمائی ہے کہ "میری اُمت اس وقت تک فتنوں کا شکار نہیں ہوگی[1] جبتک کہ ان میں تمائز، تمایل اور مَعامع نہ پیدا ہو جائیں"۔ تینوں الفاظ کے معنی لغت میں معلوم و متعارف ہیں: تمائز کے معنی ہیں باہمی تحزّب یعنی گروہ بندی پیدا ہونا اور پھوٹ پڑنا[2]، تمایل کا مطلب ہے باہمی جنگ و جدال[3]، اور مَعامع اُن شدید اختلافات کو کہتے ہیں جو تحزّب، گروہ بندی اور تعصّب کے نتیجہ میں پیدا[4] ہوتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے یہ الفاظ آپؐ کی زبانِ مبارک سے سُنے تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تفصیل آپ ہی سے پوچھی آپؐ نے ارشاد فرمایا: تمایز وہ عصبیت ہے جسے لوگ میرے بعد اسلام میں جنم دیں گے، اور تمایل یہ ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر ٹوٹ پڑے اور ان کی عزت و آبرو اور کسی

---

[1] یہ ترجمہ "مستدرک حاکم" کے مطابق ہے، درمنثور اور کنز العمّال میں "لن تفتتن" کے بجائے "لن تفنی" ہے یعنی میری اُمت اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جبتک کہ اس میں یہ تین خرابیاں نہ پیدا ہو جائیں۔ [2] تمایز القوم: تحزّبوا و تفرقوا۔ (المعجم الوسیط)
[3] یقال بین القوم تمایل: جدال و تحارُبٌ (" ") [4] المَعامع: الحروب و الفتن، والخلافات الشدیدة الحزبیة او التعصبیة (المعجم الوسیط) **نوٹ**: مستدرک، درمنثور اور کنز العمال ہر ایک میں یہ لفظ "مقامع" نقل ہوا ہے لیکن یہ غلط ہے تصیح ہمایہ اور مجمع البحار کی مدد سے کی گئی ہے، کنز العمال (طبع دوم) کے محقق نے بھی اسی کو ترجیح دے کر متن کتاب

بھی بات کا لحاظ پاس نہ کرے، اور مَعامع یہ ہے کہ ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے والوں پر چڑھ دوڑیں اور انھیں تہ تیغ کر دیں[1]۔

آج غور کیجئے ملک کے بہت سے حصوں میں یہ مختلف النوع عصبیتیں کس بُری طرح ہمارے معاشرے پر چھائی ہوئی ہیں، اور کس طرح ہم نے ایک جامع، مضبوط اور وسیع رشتۂ ایمان و اسلام کو فراموش کرکے اپنے آپ کو الگ الگ مختلف خانوں اور گھروندوں میں تقسیم کرلیا ہے جو سراسر ایک غیر اسلامی عمل اور دنیوی لحاظ سے بھی سخت نا عاقبت اندیشی ہے۔

ایک بہت بڑی دینی جماعت کے مرحوم امیر نے مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمایئے! تو انھوں نے فرمایا:

> "اہل حق میں سب سے پہلا باطل جو داخل ہوتا ہے
> وہ تَحَزُّب (گروہ بندی) ہے، آپ اپنی
> جماعت کو اس سے بچایئے گا۔"[2]

آج یہ تحزب ہماری صفوں میں بُری طرح سرایت کرچکا ہے جو ہماری قومی اور ملّی بنیادوں کو تیزی سے کھوکھلا کرتا جارہا ہے، اگر ہماری مسلم جماعتوں اور اداروں کے باشعور حضرات اپنے اپنے افراد کو سنبھالیں اور علماء کرام، مقررین حضرات، اربابِ قلم اور قوم کے دیگر بااثر لوگ اس چیز پر سنجیدگی سے توجّہ فرمائیں اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تفریق کے مزاج کو ختم کرنے اور ایک دوسرے کا احترام، باہمی محبّت ویگانگت کا ماحول بنانے کی ہمہ جہتی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ بہت جلد اس کے اثرات ظاہر ہوں گے' وھو الّذی ینزّل الغیثَ من بعد ما قَنَطُوا وینشر رَحْمَتَہ ((اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو لوگوں کے نااُمید ہو جانے

---

[1] رواہ الحاکم فی مستدرکہ ۴ : ۴۵۴ وصححہ ونعیم بن حماد، کما فی الدر المنثور ۶ : ۵۷، وکنز العمال ۱۱ : ۱۶۳۔

[2] روایت مولانا محمد صاحب کاندھلوی۔

کے بعد رحمت کی بارش برساتا ہے اور ہر طرف اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ سورۂ شوریٰ: ۲۸) ـــہ

درِ فیض ست منشین از کشائش نا اُمید ایں جا
برنگِ دانہ از ہر قفل می روید کلید ایں جا[1]

آیئے ہم آپ ربِ کائنات کے حضور ملت کے باہمی تفرقے مٹانے کا عہد کرتے ہیں ـــہ

آ غیریت کے پردے ایک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں

---

[1] " یہ دربارِ فیض ہے، اس جگہ کشائش سے نا اُمید ہو کر نہ بیٹھو، یہاں (کھیتی کے) دانوں کی طرح ہر قفل سے کنجیاں اُگتی ہیں"۔